1/50

خط کتابت اُردو کورس کی

دوسری کتاب

(معیار ۲ تا ٦ جماعت)

مجلسِ ادارت

پروفیسر محمد مجیب | عبد اللہ ولی بخش قادری
محمد ذاکر | عبد الغفار مدھولی

خط کتابت اُردو کورس

۱. جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی کے جشنِ زریں (سنہ ۱۹۷۰ء) کے موقع پر اس کورس کے انتظام کی ابتدا کی گئی ہے

۲. اِس کورس کا مقصد مختلف زبانوں کے ذریعے خط کتابت کے سہارے اُردو کی ابتدائی تعلیم دینا ہے

۳. توقع کی جاتی ہے کہ سیکھنے والا عام فہم اُردو بول سکتا ہو اور سمجھ سکتا ہو۔

۴. سیکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایک زبان پڑھ سکتا ہو۔

۵. فی الحال ہندی اور   کے ذریعے تعلیم دینے کا اِنتظام کیا گیا ہے۔

۶. اس کے نصاب کے مُطابق کتابیں تیار کی گئی ہیں، شرکت کے قواعد یہ ہیں:

قواعدِ شرکت

۱. جو لوگ ہمارے دفتر سے خط کتابت کے ذریعے ربط قائم رکھ کر تعلیم پانا چاہیں وہ ہمارے باقاعدہ رُکن (طالب علم) کہلائیں گے۔

۲. ایسے اراکین کو داخلہ فارم بھرنے کے بعد اس نصاب (کورس) کی کتابیں ایک ایک کر کے مُفت دی جائیں گی۔ اس تعلیم کی فیس بھی نہیں ہے لیکن پورے کورس کی ڈاک اور کتابیں بھیجنے کا خرچ دو روپے ہے جو پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کے ذریعے آنا چاہیے۔

۳. خط لکھتے وقت داخلہ نمبر کا حوالہ دِیا کیجیے

۴. جو لوگ ہمارے دفتر سے ربط قائم کیے بغیر ہماری کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیں تو وہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے مقررہ قیمت پر یہ کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

۵. نِصاب تعلیم اور داخلہ فارم حاصل کرنے کا پتہ یہ ہے:

ناظمِ خط کتابت اُردو کورس

جامعہ ملیہ اِسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

ख़त किताबत उर्दू कोर्स

१. जामिआ मिल्लिया इस्लामिया, जामिआ नगर, नई दिल्ली के स्वर्ण जयन्ती समारोह (१९७०) के अवसर पर इस कोर्स की व्यवस्था करने की शुरुआत की गई ।

२. इस कोर्स का उद्देश्य विभिन्न भाषाओं के द्वारा ख़त के सहारे उर्दू की प्रारम्भिक शिक्षा देना है ।

३. सीखने वाले के लिए ज़रूरी है कि वह कोई एक भाषा लिख पढ़ सकता हो ।

४. अभी केवल हिन्दी और········के द्वारा उर्दू शिक्षा देने की व्यवस्था की गयी है । इस उद्देश्य के लिए 'रहनुमा' का प्रकाशन किया गया है ।

५. इस के पाठ्यक्रम के अनुसार पुस्तकें तैयार की गई हैं । प्रवेश के नियम ये हैं ।

प्रवेश के नियम

१. जो लोग हमारे दफ़्तर से ख़त किताबत के सहारे हम से सम्बन्ध स्थापित कर के शिक्षा पाना चाहें वह हमारे बाक़ायदा सदस्य (विद्यार्थी) कहलाऐंगे ।

२. ऐसे सदस्यों को प्रवेश-पत्र भरने के बाद इस कोर्स की किताब एक-एक कर के मुफ़्त दी जायेंगी । इस शिक्षा की फीस भी नहीं है, परन्तु पूरे कोर्स की डाक और पुस्तकें भेजने का खर्च २ रुपये है जो प्रवेश पत्र के साथ पोस्टल आर्डर या मनिआर्डर द्वारा आना चाहिये ।

३. प्रवेश होने के बाद पत्र लिखते समय प्रवेश संख्या का हवाला दिया कीजिये ।

४. जो लोग हमारे दफ़्तर से सम्बन्ध स्थापित किए बिना हमारी पुस्तकों से लाभ उठाना चाहें तो वे **'मकतबा जामिआ लिमिटेड' नई देहली न० २५** से निश्चित मूल्य पर ये पुस्तकें ले सकते हैं ।

५. पाठ्यक्रम और प्रवेश-पत्र प्राप्त करने का पता ये है :

नाज़िम

ख़त किताबत उर्दू कोर्स जामिआ मिल्लिया इस्लामिया

जामिआ नगर, नई दिल्ली-२५

خط کتابت اُردو کورس کی

دوسری کتاب

(معیار ۲ تا ۶ جماعت)

مجلسِ ادارت

پروفیسر محمد مجیب | عبداللہ ولی بخش قادری
محمد ذاکر | عبدالغفار مدہولی

ملنے کے پتے

خط کتابت اُردو کورس

(۱) جامعہ ملّیہ اسلامیہ — جامعہ نگر — نئی دہلی ۲۵

(۲) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ — جامعہ نگر — نئی دہلی ۲۵

अ़लामतें

इस पुस्तक में अनजुमन तरक़्क़ी उर्दू हिन्द की स्वीकृत अ़लामतें हैं जिन का प्रयोग एक समय से जामिआ मिल्लिया में हो रहा है (देखिये रिसाला उर्दू माह अक्तूबर १६२३ ई०)

َ	अ़
ا	ा
ِ	ि
ی یٖ	ी
ے یـ	े
ۓ یٔـ	ै
ُ	ु
وُ	ू
و	ो
وٗ	ौ
ں ںٛ	ं

تاریخِ اشاعت — اگست ۱۹۷۱ء

بارِ اوّل — ایک ہزار

کورس سے باہر والوں کے لیے قیمت ۵۰-۱

ناشر: جامعہ ملّیہ اسلامیہ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

(مطبوعہ جیّد پریس دہلی)

चन्द बातें

उर्दू ख़त किताबत की यह दूसरी किताब है। इससे पहले आप रहनुमा पढ़ चुके हैं। इस में हिन्दी के ज़रिये उर्दू सिखाने की कोशिश की गयी है। अब आसान आसान जुम्लों के छोटे छोटे सबक़ो से दूसरी किताब शुरु होती है। कुछ सबक़ पढ़ने के बाद मश्क़ आती हैं। जिस में पहले ख़ास तरह के लफ़्ज़ो को बताने और दोहराने पर ज़ोर दिया गया है। तीन चार सबक़ के बाद उनसे कुछ मुश्किल सबक़ आते हैं। आख़िर में ऐसे सबक़ों पर किताब ख़तम होती है जो छोटे दरजे में पढ़ने वाले उमूमन पढ़ा करते हैं।

इन सबक़ो के एलावा नज़्में भी शामिल की गयी हैं। वह भी शुरु में बहुत आसान हैं। और फिर निस्बतन मुश्किल होती जाती हैं। लेकिन सब में रवानी और लुत्फ़ मौजूद है।

पूरी किताबत में ऐसे सबक़ और नज़्में रखी हैं। जो बड़ी उमर के लोगों के लिये दिलचस्प और मुफ़ीद हों। आप के सामने अन्दाज़ और बयान के लेहाज़ से मुख़्तलिफ़ नमूने रखे गये हैं। मस्लन ख़त, दरख़ास्त और ड्रामा किताब के आख़िरी हिस्से में चन्द मशहूर शाएरो की ग़ज़लों से चुन कर शेर दर्ज किये गये हैं। आप जानते हैं कि ग़ज़ल को किस क़दर पसन्द किया जाता है। यहां ऐसे शेर लिये गये हैं जो पढ़ने में आसान हैं। लेकिन उन में ज़बान का मज़ा और ख़्याल की गहराई मौजूद है।

आप की सहूलत के लिये मुश्किल लफ़्ज़ों के माने दर्ज कर दिये गये हैं।

इस किताब के बारे में आप अपनी राय हमें ज़रूर बताये ताकि अगली किताब तैयार करते वक़्त उस से फ़ायदा उठाया जा सके।

فہرست

۱۔	مدد	۷
۲۔	بے پروائی	۸
۳۔	بے کاری	۹
۴۔	ساری دُنیا کے مالک (نظم)	۱۱
۵۔	مشق	۱۳
۶۔	کنجوس	۱۵
۷۔	یہ کیا ہوا	۱۶
۸۔	ہمارا وطن دِل سے پیارا وطن (نظم)	۱۷
۹۔	پودا	۱۸
۱۰۔	مشق۔	۲۰
۱۱۔	پتنگ	۲۳
۱۲۔	برسات (نظم)	۲۵
۱۳۔	ٹیپو سُلطان	۲۷
۱۴۔	کنوَل	۲۹
۱۵۔	دھوبن	۳۱
۱۶۔	پیاری چڑیو (نظم)	۳۳
۱۷۔	خوش حال کِسان، تندرست مزدور	۳۴
۱۸۔	تاج محل	۳۷

۱۹۔ دھنک (نظم) ۴۰
۲۰۔ مشق ۴۱
۲۱۔ درخواست ۴۳
۲۲۔ موسمِ بہار (نظم) ۴۵
۲۳۔ میرا بچپن ۴۶
۲۴۔ کیا کیا جائے ۵۰
۲۵۔ بائیسکل (نظم) ۵۶
۲۶۔ خط ۵۸
۲۷۔ خط کے القاب و آداب ۶۳
۲۸۔ دعوت نامہ ۶۵
۲۹۔ کلنجگ (نظم) ۶۷
۳۰۔ عقاب اور مکڑی ۶۹

منتخب اشعار

۳۱۔ میر تقی میر ۷۲
۳۲۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب ۷۴
۳۳۔ نواب مرزا خاں داغ ۷۵
۳۴۔ سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی ۷۶
۳۵۔ شوکت علی خاں فانی بدایونی ۷۷
۳۶۔ علی سکندر جگر مرادآبادی ۷۸
۳۷۔ رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری ۷۹

लिखाई के बारे में

१. एक ही हरफ़ को बारीक और मोटा लिखना एक तो कलम की बनावट और दूसरे क़लम को चलाने पर निर्भर करता है। जब से फाउन्टेन पैन चले हैं, कलम को बनाने की बात ख़त्म हो गयी। लेकिन क़लम को पकड़ने का ढंग अपने बस की बात है। हिन्दी में आप निब का रुख़ बायें से दायें करते हैं। उर्दू में दायें से बायें रखिये। इस से अक्षरों की बनावट अपने आप ठीक होती जायेगी।

२. रहनुमा के एक पृष्ठ में हम ने यह दिया है कि उर्दू अक्षर ऊपर से नीचे दायें से बायें और बायें से दायें किस तरह लिखे जाते हैं।

३. शब्दों के लिखने में इस बात पर ध्यान दीजिए कि एक दफ़ा में हाथ हटाये बिना जितना आप लिख सकते हैं, लिखिए। निशानात बाद में लगाइये। उदाहरण के लिये (बसन्त) بسنت लिखना हो तो पहले سسنت लिखिए इस के बाद ب की बिन्दी, ٗ मात्रा, फिर ت की दो बिन्दियां लगाइये। कुछ और उदाहरणो पर ग़ौर कीजिए :

शब्द इस क्रम से लिखिये

छटी बार	पाँचवी बार	चौथी बार	तीसरी बार	दूसरी बार	पहली बार	उर्दू शब्द
			ی	سبز	سر	سبزی
		تن	ں	بر	ر	برتن
ی	ر	ٹھا	کھا	کو	لو	کوٹھاری
			س	کپا	لبا	کپاس
			ا	کپڑ	لبر	کپڑا
			ں	کیو	لیو	کیوں
				جگت	حلت	جگت
		کھلا	لھلا	و	ا	اوکھلا
نگر	لر	رمعہ	معہ	جا	حا	جامعہ نگر

۱- مدد

ایک تھا اندھا
ایک تھا لنگڑا
وہ دونوں کہیں جا رہے تھے
راستہ خراب تھا
لنگڑے نے کہا

"راستہ خراب ہے"

اندھے نے کہا

"ہاں راستہ خراب ہے"
"تم میری پیٹھ پر بیٹھ جاؤ"
"اور مجھے راستہ دکھاؤ"
لنگڑا اندھے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا
اور راستہ دکھایا
لنگڑے کی آنکھ کا فائدہ اندھے کو ہوا
اندھے کے پیروں کا فائدہ لنگڑے کو ہوا
دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کی
اور دونوں گھر پہنچ گئے

۲- بے پروائی

ایک تھا مالی ، ایک تھا کمہار
دونوں دوست تھے۔
دونوں نے مل کر ایک اونٹ خریدا
اس پر ایک طرف سبزی لادی، دوسری طرف برتن۔
سبزی مالی کی تھی، برتن کمہار کے
دونوں اونٹ لے کر بازار گئے
باتوں میں ایسے لگے کہ اونٹ کا خیال نہ رہا
یہ نہ دیکھا کہ اونٹ کیا کر رہا ہے؟
اونٹ نے اپنی گردن موڑ کر سبزی کھانا شروع کی اور
ذرا سی دیر میں سب صاف کر گیا
ایک طرف بوجھ نہ رہا
تو دوسری طرف کے برتن دھڑام سے گر پڑے
اب تو مالی اور کمہار ہوشیار ہوئے
لیکن کر بھی کیا سکتے تھے
جو ہونا تھا سو ہو چکا

۳- بے کاری

اکبر بے کار بیٹھا تھا

ہم نے کہا

"اکبر! اکبر کپڑا کیوں نہیں بُنتے؟"

اکبر نے کہا:-

"دارا سوت دیتا نہیں، میں کیا بنوں؟"

ہم نے کہا

"دارا! دارا سوت کیوں نہیں دیتے؟"

دارا نے کہا:-

وسیم روئی دھنتا نہیں میں کیا کاتوں؟"

ہم نے کہا:-

"وسیم! وسیم! روئی کیوں نہیں دھنتے؟"

وسیم نے کہا:-

رامو کپاس اونٹتا نہیں، میں کیا دھنوں؟"

ہم نے کہا:-

رامو! رامو! کپاس کیوں نہیں اونٹتے؟"

رامو نے کہا:۔
"سوہن کپاس دیتا نہیں، میں کیا اوٹنوں؟"

ہم نے کہا:۔
"سوہن! سوہن! کپاس کیوں نہیں دیتے؟"

سوہن نے کہا:۔
"کوئی کھدّر پہنتا نہیں، میں کپاس بو کر کیا کروں؟"

اب یہ بات ہماری سمجھ میں آئی کہ سب بے کار کیوں بیٹھے ہیں
آپ کھدّر خریدتے نہیں۔
اکبر کپڑا بُنتا نہیں۔
دارا سوت کاتتا نہیں۔
رامو کپاس اوٹتا نہیں
سوہن کپاس بوتا نہیں
سب بے کار بیٹھے ہیں۔

۴۔ ساری دُنیا کے مالِک

اے ساری دُنیا کے مالِک
راجا اور پرجا کے مالِک
سب سے انوکھے سب سے نِرالے
آنکھ سے اوجھل دِل کے اُجالے
ناؤ جگت کی کھینے والے
دُکھ میں سہارا دینے والے
جوت ہے تیری جل اور تھل میں
باس ہے تیری پھول اور پھل میں
ہر دِل میں ہے تیرا بسیرا
تو پاس اور گھر دور ہے تیرا
تو ہے اکیلوں کا رکھوالا
تو ہے اندھیرے گھر کا اُجالا
بے آسوں کی آس تو ہی ہے
جاگتے سوتے پاس تو ہی ہے

سوچ میں دِل بہلانے والے

بِپتا میں یاد آنے والے

ہلتے ہیں پتّے تیرے ہِلائے

کِھلتی ہیں کلیاں تیرے کِھلائے

تُو ہی ڈبوئے تُو ہی ترائے

تُو ہی بیڑا پار لگائے

(خواجہ الطاف حُسین حالیؔ)

۵۔ مشق

ح خ ج چ

یہ حرف کسی لفظ کے بیچ میں یا آخر میں آئیں تو اپنے سے پہلے
حرف کے بعد نیچے لکھے جاتے ہیں جیسے
سجاوٹ بیچ محل کمخاب شرمیان
ایسے حرفوں کو پڑھنے کی مشق اس سبق میں کرائی گئی
ہے۔ ان کے لکھنے کی بھی مشق کیجیے۔

راجا کا ہاتھی

لوگوں میں ہل چل مچ گئی کہ راجا کا ہاتھی چھوٹ گیا۔ مست ہو گیا
ہے۔ چاروں طرف بچو ہٹو کا شور ہو رہا ہے۔ بچّے بڑے سب
سہمے ہوئے ہیں۔ لو اب وہ بیچ بازار میں پہنچ گیا۔ آج بسنت
پنچمی کا میلہ بھی ہے۔ سب لوگ عُمدہ کپڑے پہنے پھر رہے
ہیں۔ اے لو بھگدڑ مچ گئی۔ اسکول کے کچھ بچّے لچھمی، شمیم، انجم،
نجمہ وغیرہ گھر جانے لگے لوگوں نے انھیں اُٹھا کر ایک گھر کے اندر

پہنچا دیا۔

اِس پریشانی میں ایک شخص سڑک کے کِنارے کُچھ ڈھونڈھ رہا تھا۔ اُس سے کِسی نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو کہنے لگا ایک شریمان کا پانچ پیسے کا سِکّہ گر گیا ہے وہ تو بھاگ گئے مجھے مل جائے گا۔ اُس نے کہا:۔ تُم بڑے مورکھ معلوم ہوتے ہو۔ پانچ پیسے کے لالچ میں اپنی جان گنواؤ گے۔ وہ دیکھو پیچھے سے مست ہاتھی آ رہا ہے۔ بھاگو اپنی جان بچاؤ

اِتنے میں راجا کے مُلازِم آ گئے وہ ہاتھی کو گھیر لے گئے۔ سب کی جان میں جان آئی۔

مشق = بار بار کوئی کام کرنا

مُلازِم = نوکر

ایک آدمی بڑا کنجوس تھا۔ جب وہ مندر جاتا تو گھر کا دِیا بھی بُجھا کے جاتا۔ ایک دِن وہ دِیا بُجھانا بھول گیا۔ راستے میں اُسے یاد آیا تو وہ واپس لوٹا اور لگا کِواڑ کھٹکھٹانے۔

بیوی نے پوچھا آپ اِتنی جلدی کیوں لوٹ آئے۔ کیا پوجا کر آئے

کنجوس نے کہا "پوجا تو نہیں کی۔ گھر کا دِیا بُجھانا بھول گیا تھا۔ یاد آیا لوٹ پڑا"

بیوی نے کہا "دِیا تو مَیں نے بُجھا دِیا تھا۔ مگر اب مُجھے فِکر ہے کہ واپس آنے میں آپ نے بے کار ہی جوتے گِھس ڈالے۔

کنجوس نے کہا بھگوان تُجھے نیکی کا بدلہ دے۔ تو جوتوں کی فِکر نہ کر جوتے تو مَیں ہاتھ میں اٹھا کر لایا ہوں۔ اب وہاں جا کر پہن لوں گا"

۷۔ یہ کیا ہُوا

ارے یہ کیا ہوا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہاں تھا؟ اب کہاں ہوں؟
کُچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ابھی ابھی تو مَیں ایسا جکڑا ہُوا تھا۔ اِدھر سے بند
اُدھر سے بند۔ کال کوٹھری نہ کھڑکی نہ دروازہ۔ نہ چلنا نہ ہلنا نہ بولنا نہ
سُننا۔ بس ایک چونچ تھی اُس سے کُھٹ کُھٹ کرنا۔ مگر بھائی
مَیں بھی کرتا ہی رہا۔ کُھٹ کُھٹ کُھٹ کُھٹ۔ ایکا ایکی سُنا اڑا
ڑاڑا دھڑام جیسے کوئی بڑا پہاڑ گرا ہو جیسے توپ کا گولا پھٹا ہو۔
بھائی تم ہنستے ہو تو ہنسو ہمیں تو ایسا ہی لگا اور دیکھو بھائی
ہماری کال کوٹھری کے ہو گئے ٹکڑے ——— دو

اور ہم یہاں کھڑے ہیں
سچ ہے کُھٹ کُھٹ کرتے رہو
تو کُچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔

۸۔ ہمارا وطن

یہ ہندوستاں ہے ہمارا وطن   محبّت کی آنکھوں کا تارا وطن

ہمارا وطن دِل سے پیارا وطن

وہ ہریالے کھیتوں کی تیاریاں   وہ پھل پھول پودے وہ پھلواریاں

ہمارا وطن، دِل سے پیارا وطن

ہوا میں درختوں کا وہ جھومنا   وہ پتّوں کا پھولوں کا مُنہ چومنا

ہمارا وطن دِل سے پیارا وطن

وہ ساون میں کالی گھٹا کی بہار   وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوار

ہمارا وطن دِل سے پیارا وطن

وہ باغوں میں کوئل، وہ جنگل میں مور   وہ گنگا کی لہریں وہ جمنا کا زور

ہمارا وطن دِل سے پیارا وطن

اسی سے تو ہے زندگی کی بہار   وطن کی محبّت ہو یا ماں کا پیار

ہمارا وطن دِل سے پیارا وطن

(پنڈت برج نرائن چکبست)

۹- پوْدا

ایک دِن چِڑیا نے پوْدے سے کہا

آپ بیتی سُناؤ

پوْدے نے یوْں کہنا شروْع کیا

ایک ننھّا سا بیج زمین پر گرا اوْر مِٹّی نے اُسے اندر دبا لیا۔
تھوڑے دِن تک مِٹّی اوْر پانی کے زور سے وہ پھوْلتا رہا۔ ایک دِن اس نے سر باہر نکالا۔ لوگ کہنے لگے کِلّا پھوْٹا

پھر دھوْپ پانی اوْر مِٹّی سے دِن پر دِن بڑھنے لگا۔
بی چِڑیا مُجھے دیکھ رہی ہو وہ مَیں ہی ہوْں، مَیں ہی بیج تھا۔ مَیں ہی کِلّا تھا اوْر اب مَیں ہی پوْدا ہوْں۔ مَیں جڑ سے لے کر اوْپر تک کِتنا نازک ہوْں۔ اُنگلی کے اِشارے میں اُکھڑ سکتا ہوْں میری ٹہنیاں پتلی پتلی ہیں۔ ذرا سے بوجھ سے ٹوْٹ جائیں گی۔ لیکن مُجھے بڑا ہو جانے دو پھر دیکھنا میری جڑیں دوْر تک زمین میں پھیل جائیں گی۔ جڑ سے اُوپر تھوڑی دوْر تک تو مَیں ایک پتلے سے تِنکے کی طرح سیدھا چلا گیا ہوْں پھر ٹہنیاں الگ الگ ہو گئی ہیں۔ یہ سیدھا حِصّہ موٹا سا تنا ہو جائے گا۔ ننھّی ننھّی ٹہنیاں بڑے بڑے گُدّے بن جائیں گے

گُدّوں میں ڈالیں یا شاخیں نِکل آیں گی۔ نرم کونپلیں ہری ہری پتّیاں بن جائیں گی۔ میری چھاؤں میں لوگ دھوپ سے بچا کریں گے۔ میری ڈالیوں پر تُمھاری جیسی چھوٹی چھوٹی چِڑیاں بسیرا لیں گی

برکھا رُت میں لہلہایا کروں گا۔ ہاتھی، گھوڑے، گاے، بھینس مُجھ سے باندھے جائیں گے۔ پُرانی پتّیاں پت جھڑ کے موسم میں گِر جایا کریں گی اور میں ننگا ہو جایا کروں گا۔ بارِش مُجھے نیا جوڑا پہنائے گی۔ میں پھر ہرا بھرا نظر آؤں گا۔ مُجھ میں پھول کِھلیں گے۔ پھر میری ٹہنیاں رنگ رنگ کے پھلوں سے لد جائیں گی۔ لوگ توڑ توڑ کر کھائیں گے۔ بی چِڑیا تُمھاری بھی دعوت ہو گی۔

بس کہانی ختم ہو گئی۔ کہو کیسی مزیدار کہانی ہے؟

چڑیا بولی "بہت اچھی! خُدا وہ دِن جلدی لائے میں تُمھاری ٹہنیوں پر بیٹھ کر میٹھے میٹھے گیت تُمھیں سُناؤں گی۔"

۱۰۔ مشق

ذ۔ ز۔ ژ۔ ف۔ ق

یہ حرف دیکھنے میں ایک جیسی شکل کے ہیں۔ لیکن نقطوں کے فرق سے اِن کی آواز بدل جاتی ہے۔ اس سبق میں ایسے لفظ لائے گئے ہیں۔ جن سے اِن حرفوں کی مشق ہو جائے۔

پارس

مشہور ہے کہ اگر پارس لوہے کو چھو جائے تو لوہا سونا بن جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ پارس ایک قسم کی جڑی بوٹی ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے پتھر ہوتا ہے۔ کسی نے بھی پارس دیکھا نہیں مگر اِس کے قِصّے بہت مشہور ہیں۔ ایک قِصّہ یہ ہے:

قدیم زمانے میں نربدا ندی کے کِنارے کِنارے ایک بادشاہ کے ہاتھی چلے جا رہے تھے۔ سب سے بڑی ذات کے ہاتھی اُونچے پُورے قد کے۔ یکایک بادل گرجے اور ژالہ باری ہونے لگی بڑے بڑے اولے پڑنے لگے۔ ہاتھیوں کی صف تِتّر بِتّر ہو گئی اِس افراتفری میں بادشاہ کا ایک خاص ہاتھی جنگل میں بھٹک گیا۔ موسم صاف نہ تھا۔ زمین ایسی نرم ہو گئی تھی کہ ذرا بوجھ پڑا تو دھنس جاتی۔ فیل بان اور پیادے اِدھر اُدھر بھاگتے پھرے

کہیں پتہ نہ چلا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی فکر مند ہو گیا کیوں کہ یہ اُس کا چہیتا ہاتھی تھا۔ سب شاہی ملازمین کا کھانا پینا حرام ہوگیا۔ جوں توں رات گزری۔ صُبح پھر تلاش شروع ہوئی اس ہاتھی کا مہاوت پاگلوں کی طرح چاروں طرف روتا دھوتا ہاتھی کا نام لے لے کر پکارتا پھر رہا تھا۔ اتنے میں اس نے نزدیک کے ایک کھڈ سے ہاتھی کی چنگھاڑ سُنی لپک کر وہاں پہنچا دیکھا تو وہی ہاتھی تھا۔ دوسرے ہاتھیوں کی مدد سے اُسے نکالا گیا تو لوگوں نے تعجّب سے دیکھا کہ ہاتھی کی زنجیر جو لوہے کی تھی سونے کی ہوگئی ہے۔ اب تو سب کے پژمُردہ دِل باغ باغ ہوگئے۔ مُخبروں نے بادشاہ کو ہاتھی ملنے کی خبر سُنائی اور ساتھ ہی یہ مُژدہ بھی سُنایا کہ ہاتھی کی پوری زنجیر سونے کی ہوگئی ہے۔ بادشاہ اور درباری فوراً سمجھ گئے کہ ہاتھی کی زنجیر کہیں پارس سے چھو گئی ہے۔ اب تو بڑے شوق و ذوق کے ساتھ ہاتھیوں کو زنجیریں لگا لگا کر اِس جنگل میں سے قطار در قطار گزارا گیا۔ خود پیادے لوہے کی شام ٹیکتے ہوئے جگہ جگہ سے گزرے۔ نہ کوئی لوہا سونا ہُوا اور نہ کوئی پارس دِکھائی دِیا۔ یہ دو چار روز کی محنت بس اکارت گئی۔

اِس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی سُن لو۔ اکبر بادشاہ کا وزیر عبدالرحیم خان خاناں بڑا قابل اور بہت سخی آدمی تھا

ہندی کا وہ مانا ہوا کوی ہے، فارسی تو اُس کی مادری زبان تھی ہی۔ عربی اور سنسکرت کا بھی وہ بڑا وِدوان تھا۔ اس کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اُسے پارس سمجھنے لگے تھے۔ اس کے مُتعلّق قِسم قِسم کے قصّے مشہور ہوگئے تھے۔ اسی زمانہ میں قصبے میں ایک غریب بُڑھیا رہتی تھی۔ بہت نیک اور سادہ دِل تھی وہ سمجھتی تھی کہ خاں خاناں سچ مُچ پارس ہے۔ جی میں کہتی تھی کہ خدا کرے کبھی اس کا گُزر اس طرف سے ہوجائے تو اس کا سب دلِدّر دور ہوجائے۔ خدا کا کرنا ایک روز اسے خبر ملی کہ خان خاناں اِس کے قصبے میں دوڑے پر آنے والا ہے۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی۔ اور بےچینی سے راہ تکنے لگی۔ خان خاناں آئے تو سب کی آنکھ بچا کر ایک لوہے کا توا لے کر دوڑی کہ اِن کے جسم سے رگڑے سب ہائیں ہائیں کرتے رہ گئے۔ وہ نہ رُکی۔ خان خاناں فوراً تاڑ گئے کہ بات کیا ہے۔ اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس سے توا لے لو اور ایسا ہی توا اسے سونے کا بنواکر دے دو۔ بُڑھیا کے گھر سونے کا توا پہنچ گیا وہ نہال ہوگئی۔ عبدالرّحیم خان خاناں کو سچ مچ پارس سمجھتی رہی

اور بھی بہت سے قِصّے اور لطیفے پارس کے مشہور ہیں۔ مگر آج تک کسی نے پارس دیکھا نہیں

۱۱- پتنگ

مِیاں رشِید نے ایک دن پتنگ اُڑائی - پتنگ کُچھ اونچی ہو

گئی تو ہوا بولی :-

"آؤ میرے ساتھ آؤ میں تمھیں دنیا کی سیر کراؤں"۔

پتنگ بولی :- "جی تو میرا بھی چاہتا ہے، مگر اس ڈور نے

جو جکڑ رکھا ہے"

ہُوا بولی :- یہ کتنی بڑی بات ہے - میں تمھاری مدد

کروں گی"

وہ بہت تیزی سے چلنے لگی، ڈور ٹوٹ گئی

ہوا نے کہا :- "لو اب ہم تُم دُنیا کی سیر کو جاتے ہیں"

وہ خوب تیزی سے چلنے لگی۔ پتنگ کو بھی اُڑائے

لیئے چلی جا رہی تھی

پتنگ گھبرا گئی۔ چِلّا کر کہنے لگی :-

"اے ہے اِتنی تیز تو مت چلو۔ میرا تو سانس پھولا جا رہا

ہے"

ہوا نے ایک زور کا قہقہہ لگایا اور اپنی چال اور بھی تیز

کردی۔

دونوں بس اُڑے چلے جارہے تھے۔ درختوں پر سے پہاڑوں پر سے بہت تیزی سے گزر رہے تھے۔ اِتنے میں سُورج کے سامنے بڑا سا بادل کا ٹکڑا آگیا۔ اور مینھ کی موٹی موٹی بوندیں پتنگ پر گرنے لگیں۔

پتنگ چلائی "اے بی ہوا، اے بی ہوا، خدا کے لیئے مدد کرو۔ میں بھیگ رہی ہوں، میں کیسے اُڑ پاؤں گی"

ہوا اس کے جواب میں دانت نکال کر ہنس پڑی اور بس بوندوں نے پتنگ کو نیچے ڈھکیل دیا۔ یہ ایک نالے میں آکر گری۔ پانی اور کیچڑ میں لت پت۔ اب تو پتنگ بہت پچھتائی اور کہنے لگی "میں ڈور سے بندھی رہتی تو کیوں اس مُصیبت میں پھنستی"

۱۲- برسات

برکھا آئی بادل آئے

اوڑھے کالے کمبل آئے

ٹھنڈی ٹھنڈی آئیں ہوائیں

کالی کالی چھائیں گھٹائیں

گرمی نے ڈیرہ اٹھوایا

دھوپ پہ سایا غالب آیا

پھیلا دِن کے ساتھ دُھندلکا

بھورا بھورا، ہلکا ہلکا

بدلی آئی شور مچاتی

بھیگے بھیگے نغمے گاتی

بادل سے امرت جل برسا

امرت جل کیا کومل برسا

ہوگئی زِندہ مُردہ کھیتی

دُھل گئے ذرّے چمکی ریتی

دریا اور سمندر اُبھرے

تازہ موجیں لے کر اُبھرے

باغوں میں سبزہ لہرایا
پھولوں، کلیوں میں رس آیا

پھر شاخوں نے خلعت پہنے
پھر پائے ہریالے گہنے!

پھول کھلے کلیاں لہرائیں
کونپلیں پھر شاخوں میں آئیں

موتی بادل نے برسائے
پتّوں نے دامن پھیلائے

تالابوں میں مینڈک بولے
سیپیوں نے مُنہ اپنے کھولے

بادل گرجا، بجلی چمکی
آئی صدا رِم جِھم رِم جِھم کی

یہ ٹھنڈا برسات کا عالم
یہ پیارا برسات کا عالم

گرمی کی فریاد نہیں ہے
گرمی کب تھی یاد نہیں ہے

سیماب اکبر آبادی

۱۳- ٹیپو سُلطان

سُرنگا پٹم میسور کے قریب کاویری دریا کے ایک جزیرے پر واقع ہے۔ یہاں پُرانے زمانے میں بہت سی خوب صورت عمارتیں تھیں۔ عُمدہ عُمدہ باغ تھے۔ دو سو برس پہلے یہاں میسور کی راج دھانی تھی۔ اس میں ایک بہت بڑا قلعہ بھی تھا۔

اُس وقت ٹیپو سُلطان میسور کا بادشاہ تھا۔ وہ سُرنگا پٹم کے قلعہ میں رہتا تھا۔ اِس قلعہ پر انگریزوں نے کئی بار حملہ کیا۔ وہ میسور پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر ٹیپو سُلطان ہر مرتبہ بہادری سے لڑا۔ اُس نے انگریزوں کو قلعے کے اندر نہ گھُسنے دیا۔ اِس کی بہادری دیکھ کر انگریز گھبرا گئے۔ آخری مرتبہ اُنھوں نے بہت بڑی فوج بُلائی اور سُرنگا پٹم پر چڑھائی کر دی ٹیپو سُلطان اپنی فوج لے کر مقابلے پر آیا۔ بہت زور کی لڑائی ہوئی اِس وقت وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ شیر کی طرح دُشمن پر جھپٹا۔ لڑتے لڑتے اس کے ایک گولی آکر لگی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا اور شہید ہوگیا۔ اُس نے دیس کی خاطر جان دے دی مگر ہار نہ مانی

ٹیپو سُلطان نے اپنے زمانے میں میسُور کو خوب ترقّی دی۔ اچھّے اچھّے باغ لگوائے، مسجدیں بنوائیں، مندر بنوائے بڑی بڑی عمارتیں تیار کرائیں، لوگوں کو نئے نئے کام سِکھانے کا اِنتظام کِیا۔ اُسی وقت سے میسور کے کپڑے مشہُور ہُوئے۔

ٹیپو سُلطان نے اَور بھی بھلائی کے بہت سے کام کِیے۔ اُس کو اپنے وطن سے سچّی مُحبّت تھی۔ وہ ایک بہادُر سپاہی تھا

اِنھیں باتوں کی وجہ سے ٹیپو سُلطان کا نام آج بھی عِزّت سے لیا جاتا ہے۔

سُلطان = بادشاہ

ایک جزیرے پر واقع ہے = ایک جزیرے پر بسا ہوا ہے۔

۱۴- کنْول

پھُول تو سب ہی اچھّے لگتے ہیں ۔ لیکن کنْول کا پھُول
پانی کا راجا ہے ۔ اِس کا پَودا جھیلوں اَور تالابوں میں ہوتا
ہے ۔ چوڑے چوڑے پتّے ، لال لال ، سفید سفید اَور گُلابی
گُلابی پھُول کیسے بھلے لگتے ہیں ۔ کنْول کا پھُول زرد بھی ہوتا
ہے ۔ مگر سُرخ اَور زرد پھُول والے پَودے ہمارے ملک
میں کم ہوتے ہیں ۔ اِس پَودے کی جڑ پانی میں ہوتی
ہے ۔ پتّے پانی پر تیرتے رہتے ہیں ۔ جب بارش ہوتی ہے
اَور قطرے پانی پر رہ جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے
جیسے موتی ڈھلک رہے ہیں ۔ پَودے کے تنے میں پھُول
تو لگتا ہی ہے مگر ایک چیز اَور بھی لگتی ہے ۔ جیسے
چھوٹے چھوٹے بتاشے ۔ یہ کنْول گٹّا کہلاتا ہے ۔ کنْول گٹّا
اصل میں اِس پیڑ کا پھل ہے ۔ اس میں بیج ہوتے ہیں
کنْول گٹّے کو سُکھا کر بھاڑ میں کھیلیں بھی بناتے ہیں ۔ اِن
کھیلوں کو لوگ گھی میں تل کر شکر مِلا کر کھاتے ہیں ۔ حلووں
میں ڈالتے ہیں اَور دواؤں کے کام میں لاتے ہیں ۔ تل
کر کھاؤ تو بہت مزے دار معلوم ہوتا ہے

یہ کنول کا پودا ہمارے مُلک میں بہت ہوتا ہے۔ پھول میں بھینی بھینی خوشبو آتی ہے۔ جو بہت بھلی لگتی ہے۔

۱۵- دھوبن

اے لو دھوبن آئی ، گھر میں گھُسی تھی کہ شاہد کی ماں نے کہا:۔ "واہ بی دھوبن ! اب کے تو تم نے بہت دیر لگادی۔ اِتوار آٹھ پیر نو، منگل دس، آج بُدھ گیارھواں دِن ہے۔ گھر میں کپڑوں کی لادی پڑی ہے بچے سب میلے پھر رہے ہیں "

دھوبن "بیوی کیا کروں ، تمھارا دھوبی بیمار پڑگیا کئی دِن خوب بُخار آیا۔ اب ذرا اچھّا ہُوا تو بھٹّی چڑھائی اکیلی کام کرنے والی میرا دیور نہ ہوتا تو اب بھی کپڑے نہ دُھل پاتے

شاہد کی ماں سلیمن ذرا گٹھری اُنزوالو۔ یہاں میرے پاس رکھو۔ ذرا کاپی اُٹھالو۔ کپڑے مِلالوں۔ بی دھوبن اب کی تُم نے کپڑے کیسے دھوئے ہیں۔ اُئی ہے! یہ ریشمی کُرتے کا تو تُم نے کیا حال کیا ہے؟ اور یہ شاہد کے ابّا کے کُرتے میں رنگ کیسے لگ گیا؟

دھوبن:۔ "ہاں بیوی اس دفعہ گڑ بڑ میں یہ سب کُچھ

ہوگیا"

شاہد کی ماں :۔ "اب کے کئی کپڑے کم بھی تو ہیں۔ ایک مردانہ پاجامہ نہیں ہے۔ شاہد کا کُرتا نہیں آیا ہے۔ میرا دوپٹہ غائب ہے۔"

دھوبن :۔ "یہ سب کپڑے گھر میں بے دُھلے پڑے ہیں۔ بھٹّی چڑھانی بھول گئی۔ دو تین دِن میں دُھل جائیں گے۔ میں اِستری کرکے تیار رکھوں گی۔ ہفتے کو سلیمن کے ہاتھ منگوالینا اچّھا بیوی حساب کر دیجیے۔ مجھے آج بڑی ضرورت ہے۔"

شاہد کی ماں :۔ "ہاں ہاں، میں نے حساب کرلیا ہے۔ دو روپے دس آنے ہوئے۔ یہ لو تین روپے باقی دام اگلی دُھلائی میں کٹ جائیں گے۔ سلیمن غسل خانے سے میلے کپڑے اُٹھالاؤ۔ رشیدہ، شاہد، احسن، محسن، چلو جلدی سے کپڑے اُتار ڈالو۔ رشیدہ بیٹی، ذرا یہ کپڑے بکس میں رکھ دو اور میلے کپڑے کاپی میں لِکھ لو۔ مجھے جلدی سے ہنڈیا چڑھانی ہے۔ شاہد کے ابّا نو بجے دفتر چلے جائیں گے۔ بی دھوبن دیکھنا اب کے دیر مت لگانا"

دھوبن :۔ "پرسوں کا جُمعہ چھوڑ کر اگلے جُمعے کو ضرور لے آؤں گی۔ اِس کے بعد برابر آٹھویں دِن لایا کروں گی۔ بس اِس دفعہ اور معاف کر دیجیے"

۱۶- پیاری چڑیو

مہکتے ہوئے پھول کے پاس آؤ
لچکتی ہوئی شاخ پر بیٹھ جاؤ
ہوا میں کبھی اُڑ کے بازو ہلاؤ
کبھی صاف چشمے میں غوطہ لگاؤ
یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

پھدک کر اِدھر سے اُدھر دوڑ جاؤ
چہک کر اِدھر سے اُدھر پر ہلاؤ
چمک کر کبھی شاخ پر چہچہاؤ
اُچھل کر کبھی نہر پر گُنگُناؤ
یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

کبھی برگِ تازہ کو مُنہ میں دباؤ
کبھی کُنج میں بیٹھ کر پھڑپھڑاؤ
کبھی گھاس پر لوٹ کر دِل لُبھاؤ
کبھی جا کے بیلوں کو جھولا جھلاؤ
یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی

برگِ تازہ = تازہ پتے
کُنج = جھنڈ

۱۷۔ خوش حال کِسان تندرُست مزدوُر

گاندھی جی کا خیال تھا کہ اگر ہم شراب نہ پئیں تو ہماری مالی حالت دُرست ہو سکتی ہے۔ اس لیئے وہ شراب کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ لیکن زرا یہ تو بتایئے مالی حالت دُرست ہونے کا مطلب آپ کیا سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر آدمی کو زندہ رہنے کے لیے کُچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان ضرورتوں کو پوُرا کرنے کے لیے تجارت یا محنت مزدوُری کے ذریعے روُپیہ کماتا ہے۔ ہم میں سے اکثر آدمی غریب ہیں یعنی وہ جتنا روُپیہ کماتے ہیں۔ اِن کا خرچ اس سے زیادہ ہے۔ اب اگر وہ اس روُپے کا زِیادہ حصّہ شراب یا کسی دوُسری چیز میں خرچ کردیں تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنا ہی نہیں اپنے بیوی بچّوں کا پیٹ کاٹ رہے ہیں۔ جس پیسے سے ایک وقت کی روٹی چل سکتی ہے۔ اُس پیسے کو اِس طرح بے کار اُڑا دینا کہاں تک ٹھیک ہے۔ جو لوگ اپنا پیسہ بے کار خرچ کرتے ہیں اُن کی مالی حالت کبھی ٹھیک نہیں ہوتی

کِسانوں اور مزدوُروں کو خاص طور سے اس مرض سے دوُر رہنا چاہِیئے۔ سُنا ہے۔ جو آدمی لگاتار چالیس دِن نشہ کرے

وہ پھر اُسے مُشکل ہی سے چھوڑ سکتا ہے۔ پھر وہ چوری کرے یا قرض اُدھار لے نشے کے لیئے پیسہ ضرور نکالے گا۔

آپ جانتے ہیں کسان ہم سب لوگوں کے لیے اناج اُگاتے ہیں اور مزدور ہمارے لیے ہل چلاتے ہیں، شکر بناتے ہیں، کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ اِن کی تنخواہیں تھوڑی اور کُنبے بڑے ہوتے ہیں۔ اگر وہ اپنا پیسہ بے کار اڑائیں تو اِن کے گھروں کا گُزارہ مُشکل ہو جائے۔ اچھّے کِسان مزدور ایسا نہیں کرتے

گاندھی جی چاہتے تھے کہ ہندوستان کا ہر آدمی خوش حال تندرُست اور مال دار بنے اور اپنے کام میں جی لگائے گاندھی جی نے اِسی لیے نشے کی روک تھام پر اِتنا زور دِیا تھا۔ کانگریس نے جب حُکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو مہاتما جی کی باتوں پر خاص طور پر زور دیا۔

ہماری حُکومت نے اِس کے لیے دو ترکیبیں نکالی ہیں
ایک تو نشے کی چیزوں کو باہر سے منگوانا بند کر دیا ہے اور دیسی شراب پر بھی پابندی لگا دی ہے۔ دوسرے شرابیوں کو سُدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ صرف سمجھانے بُجھانے سے نہیں بلکہ ان کے لیے تفریح گانے بجانے اور کھیل کود کا اِنتظام بھی کیا جاتا ہے۔ اِس کے عِلاوہ اِن کی

عادتوں کو رفتہ رفتہ چھڑانے کے لیے ایسی چیزوں کی دوکانیں بھی
کھلوائیں ہیں جو پینے میں مزیدار ہیں اور نشہ نہیں لاتیں۔ یہی
وجہ ہے کہ ہمارے کسان اب پہلے سے زیادہ خوش حال ہیں۔
اور مزدوروں کی تندرستی روز بروز بہتر ہو رہی ہے۔ ایک دن
یہی کسان اور مزدور دیس کو جنّت کا نمونہ بنا دیں گے۔

دُرست = ٹھیک

اِس کے علاوہ = اس کے سوا

روز بروز = دن بدن ۔ رفتہ رفتہ ۔ لگا تار

تجارت = بیو پار

۱۸۔ تاج محل

تاج محل دُنیا بھر کی اچھّی سے اچھّی عمارتوں کا سرتاج ہے۔ اس کے دیکھنے سے دِل پر خاص اثر ہوتا ہے۔ ہمارے دیس کی بی بیوں کے لیے تاج وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ساری دُنیا کی عورتوں میں اِن کا سر اُونچا رہے گا

ہمارے دیس کے بہت مشہور بادشاہ شاہ جہاں نے اپنی چہیتی ملکہ ارجمند بانو یا مُمتاز محل کی یادگار میں اسے تعمیر کرایا یہ آگرہ چھاؤنی سے اُتّر کی جانب کوئی ایک مِیل کے فاصلے پر جمنا کے کنارے پر ہے۔

تاج محل بے پوری سنگِ مرمر کے ایک اونچے سے صاف سُتھرے چبوترے پر بیچوں بیچ کھڑا ہے۔ چبوترے کے چاروں کونوں پر بڑے ہی سڈول اور نفیس و نازک مینار ہیں۔ گُنبد تلے بے حد خوب صورت اور خوش نما جالی دار مرمری پتّھر کے اندر شاہ جہاں اور مُمتاز محل کی قبریں بنی ہیں۔

تاج محل کی تعمیر کے لِیے ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام ایشیا سے معمار سنگ تراش وغیرہ بڑے بڑے کاری گر اکھٹے کیے گئے۔ اِس کا نقشہ اُستاد عیسیٰ نامی نے بنایا تھا۔ جو

کوئی تُرک یا شیرازی تھا۔ دس برس کی لگاتار اور زبردست محنت سے ۱۶۴۸ء میں کام ختم ہُوا اور ایک کروڑ پچاسی لاکھ روپیہ خرچ آیا۔ دیس دیس سے قیمتی پتھر اور مسالے اکھٹّا کئے گئے۔ اِسی طرح سے دُور دُور سے قیمتی جواہرات لا لا کر بڑے خُوب صورت اور موزوں طریقے سے جڑے گئے اور سونے چاندی کے دروازے لگائے گئے۔

اندرُونی حصّے میں وہ بیل بوٹے اور پھُول پتّیاں بنی ہیں کہ دُنیا کے پردے پر یہ نمُونے کہیں اور نہیں ملتے یہ سب کام قیمتی پتھروں اور جواہرات اور سیپ وغیرہ سے کیا گیا ہے۔ باہر سے اِس کی خوبصورتی اور دِل کشی ایسی ہے کہ دیکھنے والے کے دِل پر نقش جم کر رہ جاتا ہے۔ جمنا پار سے تاج کو دیکھو تو کچھ اور ہی لُطف آتا ہے۔ خاص کر چاندنی رات میں اس کی سیر بڑا ہی مزہ دیتی ہے۔ عمُوماً چاندنی رات میں لوگ اسے دیکھنے جاتے ہیں اور اِس سلسلے میں وہاں میلا سا لگ جاتا ہے۔ باہر کے لوگوں کے لیے مارچ یا اکتوبر کا مہینہ تاج کی سیر کے لیے مُناسب ہوتا ہے۔

سرتاج = تاج سر۔ آقا

یادگار = زمانے میں یاد رہنے والی چیز

تعمیر کرانا = بنوانا

جانب = سمت ۔ اور

معمار = عمارت بنانے والا ۔ راج

سنگ تراش = پتّھر کاٹنے والا ۔ پتّھر کا کام بنانے والا ۔

موزوں = مُناسب ۔ ٹھیک

۱۹- دھنک

آج بادل خوب برسا اور برس کر کھل گیا
گلستاں کی ڈالی ڈالی پتّا پتّا دھل گیا

ہٹ گیا بادل کا پردہ مل گئی کرنوں کو راہ
سلطنت پر اپنی پھر خورشید نے ڈالی نگاہ

دے رہی ہے لطف کیا سرسبز پیڑوں کی قطار
اور ہری شاخوں پہ ہے رنگین پھولوں کی بہار

دیکھنا وہ کیا اچنبھا ہے ارے وہ دیکھنا
آسماں پر اُن درختوں سے پرے وہ دیکھنا

ہے یہ قدرت کا نظارہ اور کیا کہیے اسے
بس یہی جی چاہتا ہے دیکھتے رہیے اسے

دیکھو دیکھو اب مٹی جاتی ہے یہ پیاری دھنک
دیکھتے ہی دیکھتے گُم ہو گئی ساری دھنک

پھر ہوا میں مل گئی وہ سب کی سب کچھ بھی نہیں
آنکھیں مل مل کر نہ دیکھو آؤ اب کچھ بھی نہیں

حفیظ جالندھری

۲۰۔ مشق

س ث ص ض ہ ح خ

ت ط ظ ۔ ا ع غ

”رہنما ہندی کے ذریعے اُردو“ میں ہم نے یہ بات بتا دی ہے کہ اُردو میں چند حرف ایسے ہیں جن کی آواز ایک ہے مگر شکلیں الگ الگ ہیں۔ املا لکھنے میں پہلی مرتبہ یہ اُلجھن ہوتی ہے کہ کون سا حرف لکھیں۔ اِس کا عِلاج تو لکھنے پڑھنے کی مشق ہے۔ پھر بھی اِن حرفوں کی مشق کے لیے ایک خاص سبق یہاں دیا گیا ہے۔“

سرکشی

ایک روز بدن کے تمام اعضاء مُتّفِق ہو کر مِعدے کا گِلہ کرنے لگے کہ ہم کماتے کماتے تھک جاتے ہیں اور یہ نِکھٹّو مِعدہ مُفت میں ہماری کمائی ہضم کر جاتا ہے۔ آخر سب نے اس کی اِطاعت سے سرکشی کی، پانو نے رفتار ہاتھوں نے کاروبار ترک کیا۔ آنکھوں نے بصارت سے آنکھ چُرائی، کان سماعت سے بے بہرہ ہو گئے۔ ناک نے سونگھنا زبان نے چکھنا چھوڑ دیا

جب اعضاء کی نافرمانی اِس حد کو پُہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا تو غریب مِعدے کو غذا کہاں سے مُیسّر ہوتی۔

کچھ عرصے تک بے آب و دانہ صبر کیے پڑا رہا۔ آخر کار ہر ایک عضو کو ایذا پہنچی اور اُن کی طاقت زائل ہونے لگی۔ ہاتھ کفِ افسوس ملنے اور پاؤ ایڑیاں رگڑنے لگے۔ آنکھوں نے رونا جھینکنا شروع کر دیا۔ کان بھی مارے ضُعف کے سُن ہو گئے۔ ناک کا بھی ناک میں دم آگیا زبان کا بولنا بند ہوگیا۔

معدے نے کہا او میرے مددگارو اب تُم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ تمھاری محنت و مشقت کی بدولت مجھ کو پہنچتا تھا وہ رائیگاں نہیں جاتا تھا بلکہ خود تمھارے ہی صَرف میں آتا تھا جو غذا تُم مُجھ کو حوالے کرتے تھے میں اِس کو ہضم کرتا اور جو خوُن اُس سے پیدا ہوتا وہ رگوں کے وسیلے سے کُل اعضاء میں حصّہ رسد تقسیم ہوجاتا تھا۔ اِسی سے تمھاری سب کی پرورش ہوتی تھی

جب کہ اعضاء نے اپنی حماقت اور سرکشی کا نتیجہ صاف صاف دیکھ لیا تو بہت نادم ہوئے اور توبہ کی کہ آئندہ ایسی خطاء نہ کریں گے۔ اسی طرح جو نادان اپنے مُربّیوں اور آقاؤں کی اِطاعت و خِدمت کو حقیر سمجھتے ہیں وہ انجام کار ایذاء پاتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں

اعضاء = عضو کی جمع۔ حصّے　　سماعت = سُننے کی طاقت　　رائیگاں = بے کار

معدہ = کھانا ہضم کرنے کی جگہ　　بے بہرہ ہونا = بے خبر ہونا　　وسیلہ = ذریعہ

اطاعت = بات ماننا　　مُیسّر ہونا = ملنا　　حصّہ رسد = حق

سرکشی = نافرمانی　　کفِ افسوس مَلنا = افسوس کرکے ہاتھوں کو ملنا۔　　مُربّی = سرپرست

بصارت = دیکھنے کی طاقت　　ضُعف = کمزوری　　ایذاء = تکلیف

۱۶- درخواست

(۱)

بخدمت جناب پرنسپل صاحب

اُستادوں کا مدرسہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ

محترم - تسلیم

عرض ہے کہ ایک ضروری کام کی وجہ سے میں کل ۱۰ اپریل ۷۱ء کو مدرسے حاضر نہ ہو سکوں گا

آپ سے درخواست ہے کہ ایک دِن کی اِتفاقیہ رُخصت منظور فرمائیں

عِنایت کا شُکریہ

نیازمند -

عبداللہ ولی بخش قادری

لکچرر

۹ اپریل ۷۱ء

(۲)

بخدمت جناب کمشنر صاحب محکمہ تشخیص و وصولی
دلی میونسپل کارپوریشن دہلی

مکرّمی۔ تسلیم

آپ کا نوٹس نمبر ۴۲۰۷ مورخہ ۵ر اپریل ۷۱ بابت
ٹیکس مکان وصول ہُوا

اس سلسلے میں عرض ہے کہ میں نے مکان میں کوئی
کمرہ نہیں بڑھایا جیسا کہ نوٹس میں کہا گیا ہے۔ اس لیے اس کا ٹیکس
نہ بڑھایا جائے۔ اُمید ہے کہ درخواست قبُول فرمائی جائے گی۔ شُکریہ

خادِم۔ رام سرن
مالک مکان نمبر ۲/۷۔ اوکھلا۔ نئی دہلی ۲۵

۱۲ر اپریل ۷۱ء

درخواست = عرضی
خادِم = خدمت گار۔ نوکر

بخدمت = خدمت میں
تشخیص = جانچ۔ مُقرّر کرنا

مُحترم = عزّت والا بُزرگ
مُحکمہ = ڈیپارٹمنٹ۔ کچہری

تسلیم = بندگی۔ آداب
مُکرّمی = میرے اوپر کرم کرنے والے۔ میرے مہربان

رُخصت = چھُٹّی

عِنایت = مہربانی

... خواہش مند اپنے بارے میں خود کو کم اور چھوٹا دِکھانے کے لیے
... حاجت مند ...
کچھ اور لکھتے ہیں۔

۲۲- موسمِ بہار

نئی پتّیاں وہ چمکنے لگیں
وہ کِھل کِھل کے کلیاں مہکنے لگیں

وہ شاخوں میں کونپل نکلنے لگی
درختوں کی صورت بدلنے لگی

کِھلے پھول بیلے کے وہ لاجواب
وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب

وہ پھولی چنبیلی، کِھلا موگرا
کِھلی چاندنی باغ میں جا بجا

وہ پھولی نواڑی، کِھلی کاسنی
وہ لالہ کِھلا وہ کِھلی کامنی

یہ فطرت کا ہے قدرتی اِنتظام
کِھلے پھول لاکھوں طرح کے تمام

وہ پھولوں پہ اُڑتی ہوئی تتلیاں
دِکھاتی ہیں قُدرت کی صناعیاں

گریں پھولوں پر شہد کی مکھیاں
وہ چھتوں سے جُھکنے لگی ٹہنیاں

وہ گدرائے پھل رنگ لانے لگے
انار اپنا جوبن دِکھانے لگے

وہ انگور وہ رس بھری لیچیاں
لٹکتی ہیں آموں میں وہ کیریاں

دِکھاتا ہے پھولوں کا جوبن بہار
اُمنگوں پہ ہے جوشِ رنگِ بہار

میں اِس شاخِ قدرت پہ ہر دم نثار
دِکھائی ہمیں جس نے کیا کیا بہار

فِطرت: قُدرت　　صناعی: کاریگری　　نِثار: قربانی نچھاور

۲۳- میرا بچپن

میرے دِل میں والِد کی بے حد عظمت تھی۔ میں اُنھیں قُوّت، ہِمّت اَور عقل کا پُتلا جانتا تھا۔ اَور جتنے آدمی میں نے دیکھے تھے سب سے برتر سمجھتا تھا۔ مُجھے آرزو تھی کہ میں بڑا ہوکر اِن جیسا بن جاؤں۔ مگر عظمت اَور مُحبّت کے ساتھ ساتھ میرے دِل میں اِن کا ڈر بھی بیٹھا ہُوا تھا۔ میں نے اِنھیں نوکروں وغیرہ پر خفا ہوتے دیکھا تھا۔ اِس وقت وہ مجھے بہت ڈراؤنے معلوم ہوتے تھے۔ اَور میں خوف سے اَور کبھی کبھی طیش سے کانپنے لگتا تھا کہ نوکروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اِن کا غُصّہ واقعی بہت بُرا تھا۔ اَور میں نے اُس وقت کیا اس کے بعد بھی اِس ٹکّر کا غُصّہ نہیں دیکھا۔ مگر یہ اچّھا تھا کہ ان میں ظرافت کا مادّہ تھا اَور اِرادے کے مضبُوط تھے۔ اس لیے عام طور پر ضبط سے کام لیتے تھے۔ عُمر کے ساتھ ساتھ یہ ضبط کی قُوّت بڑھتی گئی اَور آخر عمر میں شاید ہی انھیں پہلا سا غُصّہ آیا ہو

مُجھے بچپن کی جو سب سے پہلی باتیں یاد ہیں اِن میں والِد کا غُصّہ بھی ہے۔ اس لِیے کہ یہ مُجھ پر ہی نازِل ہُوا تھا۔ میں اِن دِنوں کوئی پانچ چھ سال کا تھا۔ والِد کی میز پر دو قلم

(فاؤنٹین پن) رکھے ہوئے دیکھ کر میرا دِل للچا گیا۔ میں نے کہا اِنھیں ایک ساتھ دو قلموں کی ضرورت ہونے سے رہی اس لیے ایک میں نے لے لیا۔ بعد میں جب میں نے دیکھا کہ اس قلم کی زور شور سے تلاش ہو رہی ہے تو میں بہت ڈرا مگر میں نے اِقرار نہیں کیا۔ آخر پتہ چل گیا اور میرے جُرم کا ڈھنڈورا پٹ گیا۔ والِد بے حد خفا ہوئے اور میری خوب مرمّت کی۔ میں درد کی تکلیف اور ذِلّت کے رنج سے بے تاب سیدھا ماں کے پاس پہنچا۔ اور کئی روز تک میرے چھوٹے سے دُکھتے ہوئے جسم پر طرح طرح کے روغنوں کی مالش ہوتی رہی

مُجھے یاد نہیں کہ اِس سزا کی وجہ سے مُجھے والِد سے شکایت پیدا ہوئی ہو۔ غالبًا میرا بھی خیال تھا کہ سزا تھی تو بالکل بجا مگر حد سے بڑھ گئی تھی۔ لیکن باوجود اس کے میرے دِل میں ان کی عظمت اور مُحبّت اسی طرح قائم رہی۔ اب میں اِن سے ڈرنے بھی لگا۔ البتہ والدہ سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔ کیونکہ یہ معلوم تھا کہ چاہے میں کُچھ بھی کروں وہ درگزر سے کام لیں گی۔ اِن کی بے اندازہ مُحبّت کی وجہ سے میں اِن کے ساتھ کسی قدر تحکّم کا برتاؤ کرنے لگا تھا۔ والِد سے تو کبھی کبھی مِلنا ہوتا تھا اور اِن کا ہر وقت کا ساتھ تھا۔ اس لیے اِن سے میں زیادہ مانوس تھا اور اپنے دِل کی بات جو والِد سے کبھی نہ کہتا تھا اِن سے کہہ دیا کرتا تھا۔ وہ چھریرے

سے جسم اور چھوٹے سے قد کی تھیں۔ اور تھوڑے دن میں میرا قد
ان کے لگ بھگ جا پہنچا۔ اس لیے میرے دل میں عمر کے فرق کا
احساس کم ہوگیا۔ اور وہ مجھے اپنے برابر کی معلوم ہونے لگیں۔
مجھے ان کی پیاری صورت اور ننھے منے ہاتھ پاؤں بہت اچھے لگتے
تھے۔ وہ ایک نووارد کشمیری گھرانے کی تھیں۔ جسے اپنا وطن چھوڑے
دو ہی پشتیں گزری تھیں

میرے دوسرے ہم راز والد کے ایک محرر منشی مبارک
علی تھے۔ وہ بدایوں کے ایک آسودہ خاندان سے تھے ۱۸۵۷ء کی
شورش میں ان کا گھر اجڑ گیا۔ اور انگریزوں کی فوج نے ان
کے خاندان کو قریب قریب ختم کردیا تھا اور وہ سب سے خصوصًا
بچوں سے بڑی نرمی سے پیش آتے تھے۔ میرے لیے ان کا دامن
جانا بوجھا امن کا ٹھکانا تھا۔ جب کبھی اداس یا پریشان ہوتا ان
ہی کے پاس پہنچتا۔ ان کی شاندار سفید ڈاڑھی دیکھ کر میں بچپن
کی سادگی سے یہ سمجھتا تھا کہ یہ پرانے وقتوں کے آدمی ہیں
جنھیں کئی جگ کی باتیں یاد ہیں۔ ان کی گود میں بیٹھ کر حیرت
سے آنکھیں پھیلائے میں ان کی بے شمار کہانیوں میں سے
الف لیلیٰ اور دوسری کتابوں کے قصے یا ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے
حالات سنا کرتا تھا۔ منشی جی کا انتقال بہت برسوں بعد میری
جوانی کے زمانے میں ہوا۔ وہ مجھے اب تک یاد ہیں اور ان

کی یاد کو میں دِل جان سے عزیز رکھتا ہوں

(پنڈت جواہر لال نہرو)
ترجمہ
ڈاکٹر سیّد عابد حُسین

والِد = باپ

عظمت = بڑائی

برتر = بڑھ کر

طیش = غُصّہ

ظرافت = دِل لگی۔ مسخراپن

مُحرّر = لکھنے والا ۔ وکیل کا مُنشی

شورش = بلوہ ۔ ہنگامہ

نوّوارد = نیا نیا آیا ہُوا

نازِل ہونا = اُترنا

ہم راز = رازداں

تحکّم = کِسی پر حکومت کرنا ۔ زور چلانا

درگزر = معافی

آسودہ = مُطمئن ۔

۲۴- کیا کِیا جائے

رات کے بارہ بجے

رامی — ہائے رام! اب تو چھپّر میں کہیں لیٹنے کی جگہ نہیں رہی۔

داسا — ایسا جان پڑتا ہے کہ رات بھر بیٹھے بیٹھے کٹے گی

رامی — پر اِن بچّوں کو کیا کریں؟ اِن کے سونے کے لِیے تو کوئی ٹھور ٹھکانا ہونا چاہیے

داسا — لاؤ ایک کو ہمیں دے دو

رامی — کب تک لادے رہو گے؟

داسا — جب تک ہو سکے۔ آخر کیا کِیا جائے

دو بجے رات

ہم سے تو اب یہ لَونڈا نہیں سنبھلتا

رامی — تو لاؤ اسے بھی دے دو

داسا — تُم تو چھُٹکے کو پہلے سے ہی لِیے ہو

رامی — ہاں

داسا — تُم بھی تو تھک گئی ہوگی

رامی — ہاں، پر کیا کِیا جائے

چار بجے صُبح

داسا — ذرا آگ جلانیں تو چِلم پیتا

رامی — کیسے جلاؤں ؟

داسا — لاؤ پتّوں کو مُجھے دے دو

رامی — اِن کو لے کر کیا کرو گے ؟ دِیا بُجھ گیا ، دِیا سلائی سیل گئی ، اُپلے بھیگ گئے

داسا — پرماتما ! پینے کو تو ایسے ہی سمے جی چاہتا ہے ۔

رامی — ہاں ! پر کیا کیا جائے

پانچ بجے صُبح

رامی — کہاں جا رہے ہو ؟

داسا ۔ بیل کو ناند پر لگا دوں ، آج کھیت جوتنا ہے نا

رامی — پر ایک بیل سے کیا ہو گا

داسا ۔ نہیں سکھّو سے بھی اس کا بیل مانگا ہے

رامی :۔ پر یہ دوسروں کے بیل کے سہارے کھیتی ہو چکی

داسا — ہاں پر کیا کیا جائے

سات بجے صُبح

رامی — ابھی یہ ہل بیل لے کر اِتنے سویرے کیسے لوٹے ؟

داسا — کیا کرتا ۔ ایک چوتھائی کھیت پلٹنا تھا کہ ضلع دار آ گئے ۔

رامی — پر اِن کا لگان تو دے چکے ہیں

داسا	ہاں! پر انھوں نے کہا ہمارا نذرانہ لاؤ

رامی	تو اِس سمئے پھوٹی کوڑی بھی نہیں

داسا	یہی تو میں نے کہا تھا۔ بس انھوں نے کھیت سے نِکال دِیا

رامی	پھر کیا کِیا جائے۔

نو بجے دِن

رامی	کہا کیا مہاجن نے؟

داسا	وہ کہتے ہیں کہ جب تک پچھلا روپیہ واپس نہ کرو گے ہم ایک پائی اُدھار نہ دیں گے۔

رامی	اِن کے تو کُل چار ہی روپے چاہیے تھے اور انھیں سب ملا کر پندرہ تین اٹھارہ روپے دے چکے ہیں

داسا	یہ ہی میں نے بھی کہا پر وہ کہتے ہیں یہ سب سوُد ہُوا

رامی	ارے رام رے بڑا بے ایمان ہے

داسا	ہاں سچ ہے پر اب تو یہ سوچنا ہے کہ کیا کِیا جائے

گیارہ بجے دِن

رامی	کہا کیا زمین دار نے؟

داسا	اُنھوں نے کہا کہ میں رِیاست کے مُلازموں کے خِلاف

ایک بات نہ سنوں گا۔

رامی تو تم نے یہ نہ کہا ہم لگان دیتے ہیں ہم کو ایسے سمے کھیت جوتنے سے نہ روکا جائے۔ نہیں تو ہم بھوکے مر جائیں گے

داسا سب کچھ کہا

رامی پھر وہ کیا بولے؟

داسا اُنھوں نے رکھائی سے کہا۔ ضلع دار کا حق نہ دو گے تو وہ تمھیں کھیت میں گھسنے نہ دے گا

رامی تو تم نے کہا نہیں کھیت اِن کا نہیں ہمارا ہے

داسا میں زمیندار سے لڑنے نہیں اپنی بپتا سنانے گیا تھا

رامی ارے تو تم نے کچھ کہا بھی؟

داسا ہاں میں نے خوشامد سے ہاتھ جوڑ کر سب کچھ کہا تھا

رامی پھر؟

داسا اُنھوں نے کہا جب تم ضلع داروں، کارندوں کو خوش نہیں رکھو گے تو یہی ہوگا۔ بھوکے مرو گے تو مجبوری ہے آخر کیا کیا جائے

بارہ بجے دن

رامی لے آئے روپے مہاجن سے؟

داسا ہاں لے آیا

رامی — کتنا دِیا اُس نے ؟

واسا — دس روپے !

رامی — ایں دس روپے ۔ ارے چار چیزیں تھیں ، پتا جی تو مجھ سے کہتے تھے کہ پورے پچاس روپے لگے ہیں اِن میں

واسا — پر مہاجن نے کہا میں دس ہی میں لوں گا

رامی — ہائے بھگوان میں لُٹ گئی

واسا — اب روتی کیوں ہو۔ تو نے ہی تو دِیا تھا

رامی — پر میں نے تو اِس لیے اپنے آپ کو چُکایا تھا کہ مہاجن کا حِساب چُکا دو گے ۔ ضلع دار کو نذرانہ دوگے اور ایک بَیل مول لو گے

واسا — تو چار مہاجن کو دے کر اس کا حساب چُکا دِیا ۔ دو ضِلع دار کو دے دِیئے اب چار ہی روپے بچے ہیں ۔

رامی — مجھے نہیں چاہیے تُمھارا روپیہ تُم میرا گہنا لادو۔

واسا — پر اب مہاجن کے پاس جاؤں تو وہ دُھتکار دے گا۔

رامی — تو اب بَیل کہاں سے آئے گا ۔ ہائے کھیتی کیسے ہو گی کیا کِیا جائے ؟

دُوسرے دِن دوپہر کو

داروغہ — کیوں جی یہ چوری تُم نے کی

واسا — نہیں مالِک

داروغہ۔ تُم تو اس کام میں پُرانے نہیں جان پڑتے ؟
داسا نہیں مالک
داروغہ:۔ تو تُم کو بیٹھے بِٹھائے کیا سوجھی کہ مہاجن کے گھر میں پھاند پڑے
داسا ہجور ! اُنھوں نے ہماری مہریا کا سب گہنا پاتا لے لیا اور پچاس کے مال کے دس دِیے
داروغہ تو تُم نے بیچا ہی کیوں ؟
داسا کیا کرتا مالک، ضلع دار کو نذرانہ دینا تھا
داروغہ تو تُم نے چاہا روپے بھی لے لو اور گہنے بھی چُرا لو
داسا نہیں سرکار، مہریا نے سب چیز بیل مول لینے کو دی تھی رونے لگی، بیل لاؤ نہیں تو میرا گہنا لاؤ۔
داروغہ ارے بیوقوف، تو اب تو نہ زیور مِلے نہ روپے مِلے اور نہ بیل مِلا اگر کچھ مِلا تو مُفت کی جیل

(علی عبّاس حُسینی)

نذرانہ = بھینٹ

ضلع دار = گانو کا کارِندہ جو تحصیل وصول کرتا ہے

۲۵- بائیسکل

سرکتی ہوئی سرسراتی ہوئی
لچکتی ہوئی تھرتھراتی ہوئی

کہیں کوندتی اور لپکتی ہوئی
کہیں ناچتی اور تھرکتی ہوئی

ہجوموں میں چلتی سماتی ہوئی
ہر آفت سے بچتی بچاتی ہوئی

کہیں ملتے ملتے جھجھکتی ہوئی
کہیں چلتے چلتے اُچکتی ہوئی

کہیں ریل کے مُنہ پہ چڑھتی ہوئی
کہیں میل سے آگے بڑھتی ہوئی

لہو کو رگوں میں پھراتی ہوئی
پسینے کے موتی لٹاتی ہوئی

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چلاتی ہوئی
طبیعت کے غنچے کھلاتی ہوئی

جِھلکتی ہوئی جھلملاتی ہوئی
چمکتی ہوئی جگمگاتی ہوئی

طرارے کبھی بن کے بھرتی ہوئی
اچھلتی ہوئی جست کرتی ہوئی

کہیں جا کے رُکتی اٹکتی ہوئی
کسی جا چٹکتی مٹکتی ہوئی

زمیں سے چمٹتی لپٹتی ہوئی
ہوا میں الٹتی پلٹتی ہوئی

کہیں گرتے گرتے سنبھلتی ہوئی
کہیں رُکتے رُکتے نکلتی ہوئی

جھپٹتی، ڈپٹتی، رپٹتی ہوئی
گھسٹتی پھسلتی، اچٹتی ہوئی

سُلجھ کر کہیں پھر الجھتی ہوئی
اُلجھ کر کہیں پھر سلجھتی ہوئی

بہت ہو چکی برق سے نوک جھونک
بس اب سائیکل اپنی شہباز روک

(عبدالغفور خاں شہباز)

ہجوم = بھیڑ بھاڑ

آفت = بلا۔ دُشواری　　　　برق = بجلی

لہو = خون

طرارہ ۔ چوکڑی

۲۶- خط

(عِصمت چُغتائی کا خط ولی شاہجہاں پوری کے نام)

(۱)

۳- انڈس کورٹ ۲۰ فروری ۶۴

۸- روڈ

چرچ گیٹ

بمبئی- ۷

ولی صاحب- کُچھ کام کُچھ بے کاری کی فِکر- جیسے ہی مُہلت مِلی فوراً مسودہ بھیجوں گی- بڑے چکر میں ہوں- کام ہے بھی اور نہیں بھی- کچھ معلق سا معاملہ ہے- پندرہ دِن کی مہلت مل جائے بس-

والسلام

عِصمت چُغتائی

(۲)

(فکر تونسوی کا خط عبدُاللہ ولی بخش قادری کے نام)

۸ ۲۳/۱۸-موتی نگر

نئی دہلی ۱۵ء

بھائی جان!

۶۹-۹-۱

یہ کتنی مسرت کی بات ہے کہ میری پیاری بیٹی رانی بھاٹیہ اور عزیز پرکاش آہوجہ زندگی کے ایک خوب صورت موڑ پر اکھٹے ہو رہے ہیں۔ جہاں سے وہ ایک نئی منزل کی طرف آگے بڑھیں گے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے۔

اِس موڑ پر، ہم سب اکھٹے ہوکر ان دونوں کو آشیرواد دیں۔ عزیز پرکاش اور اِس کے سمبندھی ۱۲ ستمبر شام کو آٹھ بجے آئیں گے

آیئے

ہم ان کا پیار بھرا سواگت کریں

تو——— آپ آرہے ہیں!

فکر تونسوی

(۳)

(عبدالغفار مُدہولی کا خط اپنے شاگرد ہرنند کے نام)

اُستادوں کا مدرسہ

جامعہ نگر نئی دہلی۔ ۲۵

۸ اپریل ۱۹۷۱ء

میاں ہرنند

خوش رہو

ٹریننگ کالج چھوڑے ایک سال ہو گیا ہے۔ کہیئے کیا حال ہے؟ جامعہ یاد آتی ہے؟ غالبؔ کے شعر بڑے شوق سے لکھے تھے۔ کبھی گُنگُناتے بھی ہو؟ کبھی کبھی تھوڑے سے ساتھی جماعت میں گڑ بڑ کرتے ہیں یا بے توجہ رہتے ہیں تو میں چُپ ہو جاتا ہوں۔ جب سکون کی حالت میں سوچتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب شاگرد اچھّے ہیں۔ ہرنند! جب شاگردوں کے اچھّے مضامین دیکھتا ہوں تو جی خوش ہو جاتا ہے۔ آپ بھی اپنی جماعت کو ایسا ہی پائیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ میری طرح صبر سے کام لیں۔

اور سُنایئے اپنے مدرسے میں کچھ پھول پھُلواری لگائی ہے؟ اسے گُلزار بنایا ہے۔ جب آپ سب اپنے اپنے مدرسے کو گُلزار بنائیں گے تو سارا دیش گُلزار بن جائے گا۔ جی ہاں خیالات کے اعتبار سے بھی

میں نے الوداعی جلسے کے دِن جماعت میں یہ شعر لِکھوایا تھا

اب تو جاتے ہیں جامعہ سے نند
پھر ملیں گے اگر خدا لایا
ہاں بھائی ملتے رہنا

تمھارا بھلائی چاہنے والا
عبدالغفار مدہولی

(۴)

تار کا پتہ اکاڈمی ٹیلیفون ۷۳۰۱۹۱

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ
رجسٹرڈ آفس: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

تاریخ - ۹ اپریل ۱۹۷۰ء حوالہ نمبر: ۲۴۲۶/۷۱

نمبر خریداری: ۷۲۱

مکرمی، تسلیم
آپ کی مدتِ خریداری اپریل کے پرچے کے ساتھ ختم ہو رہی ہے۔ مجھے آپ کی علم دوستی سے اُمید ہے کہ آپ بدستور کتاب نما کی خریداری فرماتے رہیں گے۔ براہِ کرم مبلغ ۳ روپے چندہ سالِ آئندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمایئے اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آپ کو پرچے کی خریداری منظور نہیں ہے تو براہِ کرم ۳۰ اپریل تک اس کی اطلاع دے دیجیے۔ اگر اس عرصہ میں آپ کا کوئی جواب نہ آیا تو اس کو رضامندی پر محمول کر کے مئی کا پرچہ بذریعہ

وی پی مالیتی ۴ روپے ، پیسے ارسالِ خدمت کیا جائے گا

اُمید ہے کہ آپ اِسے وصول فرمائیں گے اور دفتر کو زیر بار ہونے نہ دیں گے۔ شکریہ

جواب کا مُنتظر

مینجر

ولی شاہجہاں پوری

حوالہ = پتا۔ نشان

بدستور = عادت کے مطابق ۔پچھلے انداز سے

براہِ کرم = مہربانی فرماکر

خُدانخواستہ = خُدا نہ کرے کہ ایسا ہو

محمول کرنا = گُمان کرنا

ارسال کرنا = روانہ کرنا۔ بھیجنا

زیر بار کرنا = بوجھ ڈالنا۔ یہ بوجھ روپے پیسے کا ہو یا احسان کا

مُنتظر = اِنتظار کرنے والا

۲۷- خط کے القاب و آداب

		اگر آپ مرد کو لکھیں	اگر آپ عورت کو لکھیں	آخر میں لکھنے والے کے نام سے اوپر
۱	بچوں کے لیے	عزیزی (یا اس کے ساتھ نام) دُعا یا آشیرواد یا خوش رہو	عزیزہ یا (اس کے ساتھ نام) دُعا یا آشیرواد یا خوش رہو	تمھارا چچا یا بڑا بھائی وغیرہ یا تمھارا بھلائی چاہنے والا یا دُعا گو
۲	برابر والوں کے لیے	بھائی صاحب یا مُحبّی یا نام.... صاحب سلام یا نمستے	نام .... صاحبہ یا پیاری سہیلی... سلام یا نمستے	آپ کا یا آپ کی
۳	بڑوں کے لیے	مُحترم یا ابّا جان یا بھائی جان وغیرہ سلام یا نمستے	مُحترمہ یا امّی جان یا آپا جان اچھی دیدی وغیرہ سلام یا آداب یا نمستے	نیاز مند

القاب وآداب = القاب اور آداب

القاب = جسے خط لکھا جائے اس کی تعریف میں خط شروع کرنے کا ایک یا کئی لفظ

آداب = عزت کے لفظ جو خطوں میں القاب کے بعد لکھے جاتے ہیں

عزیزی = میرے عزیز - میرے پیارے

عزیزہ = پیاری

محترمہ = عزّت والی بُزرگ عورت

دُعاگو = دُعا کرنے والا

مُحِبّی = میرے دوست

۲۷۔ دعوت نامہ

(۱)

میری لڑکی صفیہ سلمہا کا نکاح جناب فضل الرحمٰن خاں صاحب رئیس شاہجہاں پور کے صاحبزادہ ظل الرحمٰن خاں سلمہٗ سے قرار پایا ہے اس تقریب میں آپ کی شرکت سے مجھے دِلی خوشی ہوگی

تاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۵۴ء

وقتِ نکاح ۔ چھ بجے شام

وقتِ طعام ۔ ۷ بجے شام

مُخلِص

ذاکر حُسین

(۲)

شیخ الجامعہ اور مجلسِ تعلیمی

جامعہ مِلّیہ اِسلامیہ

کی

درخواست ہے کہ آپ ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ساڑھے چار بجے شام

جلسۂ تقسیم اسناد

میں شرکت فرمائیں

جناب وی۔ وی گری صدر جمہوریہ ہند

فارغ التحصیل طلباء سے خطاب فرمائیں گے

امیرِ جامعہ جناب ایم۔ ہدایتُ اللہ صاحب چیف جسٹس جلسے کی صدارت فرمائیں گے

ٹیلیفون نمبر ۶۳۱۷۱۷

مُسجّل

جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

سلمہا:۔ عام طور پر بڑے اپنے چھوٹوں کو (عورت) کے نام کے بعد بطور دُعا لکھتے ہیں

سلمہٗ:۔ عام طور پر بڑے اپنے چھوٹوں (مرد) کے نام کے بعد دُعا کے طور پر لکھتے ہیں۔

طعام:۔ کھانا

شیخُ الجامعہ:۔ وائس چانسلر

جلسۂ تقسیمِ اسناد:۔ کانووکیشن

صدرِ جمہوریہ ہند:۔ پریسیڈنٹ انڈین ریپبلک

فارِغُ التحصیل طُلبا:۔ عِلم حاصل کرنے سے فارغ ہونے والے لڑکے لڑکیاں۔

خِطاب فرمانا:۔ گُفتگو کرنا۔ ایڈریس پڑھنا

امیرِ جامعہ:۔ چانسلر

مُسجّل:۔ رجسٹرار

۲۸۔ کلجُگ

دُنیا عجب بازار ہے کچھ جنس یاں کی سات لے
نیکی کا بدلہ نیک ہے بد سے بدی کی بات لے
میوہ کھلا، میوہ ملے، پھل پھول دے پھل پات لے
آرام دے آرام لے دُکھ درد دے آفات لے
کلجُگ نہیں کرجُگ ہے یہ یاں دِن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

جو اور کی بستی رکھے، اس کا بھی بستا ہے پُورا
جو اور کے مارے چُھری اس کے بھی لگتا ہے چُھرا
جو اور کی توڑے گھڑی اس کا بھی ٹوٹے ہے گھڑا
جو اور کی چیتے بدی اس کا بھی ہوتا ہے بُرا
کلجُگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

جو چاہے لے چل اِس گھڑی سب جنس یاں تیار ہے
آرام میں آرام ہے، آزار میں آزار ہے
دُنیا نہ جان اس کو میاں دریا کی یہ منجدھار ہے
اوروں کا بیڑا پار کر تیرا بھی بیڑا پار ہے

کلجُگ نہیں کرجُگ ہے یہ یاں دِن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

تو اَور کی تعریف کر تجھ کو ثنا خوانی ملے
کر مُشکل آساں اور کی تجھ کو بھی آسانی ملے
تو اَور کو مہمان کر تُجھ کو بھی مہمانی ملے
روٹی کِھلا روٹی ملے، پانی پلا پانی ملے
کلجُگ نہیں کرجُگ ہے یہ یاں دِن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

یاں زہر دے تو زہر لے، شکّر میں شکّر دیکھ لے
نیکوں کو نیکی کا مزہ، موذی کو ٹکّر دیکھ لے
موتی دِیے موتی مِلیں، پتّھر میں پتّھر دیکھ لے
گر تُجھ کو یہ باور نہیں تو تُو بھی کر کر دیکھ لے
کلجُگ نہیں کرجُگ ہے یہ یاں دِن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

جِنس = چیز ۔ سودا

آفات = آفت کی جمع ۔ بلائیں

آزار = دُکھ ۔ روگ

ثنا خوانی = تعریف کرنا

باور = یقین ۔ بھروسا

۲۹- عُقاب اور مکڑی

ایک عُقاب بادلوں کی چادروں کو چیرتا ہوا کوہ قاف کی چوٹیوں پر پہنچا اور اُن پر چکر لگا کر ایک صدیوں پُرانے دیودار کے درخت پر بیٹھ گیا وہاں سے جو منظر دِکھائی دے رہا تھا اِس کی خوبصورتی میں وہ محو ہوگیا۔ اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دُنیا ایک سرے سے دُوسرے سرے تک تصویر کی طرح سامنے کُھلی ہوئی رکھی ہے۔ کہیں پر دریا میدانوں میں چکّر لگاتے ہوئے بہہ رہے ہیں۔ کہیں پر جھیلیں اور کہیں پر درختوں کے کُنج پھولوں سے لدے ہوئے بہار کی پوشاک میں رونق افروز ہیں۔ کہیں پر سمندر خفگی سے اپنے ماتھے پر بل ڈالے ہوئے کوّے کی طرح کالا ہو رہا ہے۔

"اے خُدا" عُقاب نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میں تیرا کہاں تک شکر ادا کروں، تو نے مجھے اُڑنے کی ایسی طاقت دی ہے کہ دُنیا میں کوئی بلندی نہیں ہے جہاں میں پہنچ نہ سکوں۔ میں فطرت کے منظروں کا لُطف ایسی جگہ بیٹھ کر اُٹھا سکتا ہوں جہاں کسی اور کی پہنچ نہیں۔"

ایک مکڑی ایک درخت کی شاخ سے بول اُٹھی۔ "تو آخر کیوں اپنے مُنہ میاں مِٹھو بنتا ہے کیا میں تجھ سے کچھ نیچی ہوں۔"

عُقاب نے پھر دیکھا کہ ایک مکڑی نے اُس کے چاروں طرف

شاخوں پر اپنا جالا تن رکھا تھا اور اُسے ایسا گھنا بنا رہی تھی کہ گویا سورج تک کو عقاب کی نظروں سے چھپا دے گی

عقاب نے حیرت سے پوچھا "تو اِس سربلندی پر کیسے پہنچی؟ جب وہ پرندے بھی جنہیں تجھ سے زیادہ اڑنے کی طاقت ہے یہاں تک پہنچنے کا حوصلہ نہیں کرتے؟ تو کمزور اور بے پر کیا چیز ہے....... کیا تو رینگ کر یہاں آئی ہے؟"

مکڑی نے جواب دیا "نہیں ایسا تو نہیں ہے!"

"پھر تو یہاں کیسے آ گئی؟"

جب تو اُڑنے لگا تھا میں تیری دم سے چپک گئی اور تو نے خود مجھے یہاں پہنچا دیا۔ لیکن میں یہاں تیری مدد کے بغیر ٹھہر سکتی ہوں اور اس لیے میری گذارش ہے کہ تو اپنے آپ کو بے کار بڑا ظاہر نہ کر اور سمجھ لے کہ میں ہی........"

اِتنے میں ایک طرف سے ہوا کا جھونکا آیا اور اس نے مکڑی کو اُڑا کر زمین پر گرا دیا

میرا خیال ہے اور آپ کو بھی مجھ سے اتفاق ہوگا کہ دنیا میں ہزاروں لوگ ہیں جو اِس مکڑی سے بہت مشابہ ہیں۔ ایسے لوگ بغیر کسی قابلیت اور محنت کے کسی بڑے آدمی کی دم میں لٹک کر کسی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر ایسا سینہ پھلا کر چلتے ہیں گویا

خُدا نے اِن کو عُقابوں کی سی قُوّت بخشی ہے۔ مگر ضرورت صرف اِس کی ہے کہ کوئی اِن کو ذرا سا پھونک دے اور وہ اپنے جامے سمیت پھر زمین پر پہنچ جاتے ہیں

(رُوسی کہانی مترجم پروفیسر محمّد مجیب)

صدیوں = سینکڑوں

منظر = نظّارہ

محو ہونا = کسی خیال میں کھو جانا

رونق افروز = رونق بڑھانے والا

خفگی = غُصّہ

سربلندی = عزّت۔ بڑائی

حوصلہ = ہمّت

گُذارش = عرض۔ درخواست

اِتّفاق = ایکا۔ ایک رائے ہونا

مُشابہ = مانند

جامہ = پوشاک۔ کپڑے

عزیز = پیارا

مُہلت = فُرصت

مُعلّق = لٹکا ہوا

والسلام = اور سلام

مُنتخب اشعار

۲۱- میر تقی میرؔ

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
قافلے میں صبح کے اک شور ہے　　یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا
سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمیں　　تخمِ خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا
یہ نشانِ عشق ہیں جاتے نہیں　　داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

فقیرانہ آئے صدا کر چلے　　میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لیے　　ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے
دِکھائی دیئے یوں کہ بے خود کیا　　ہمیں آپ سے بھی جُدا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بُت تجھے　　نظر میں سبھوں کی خُدا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ　　جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی　　ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے
نہ بھائیں تجھے میری باتیں وگرنہ　　رکھی دھوم شہروں میں اِس گفتگو نے
تری چال ٹیڑھی تری بات رُوکھی　　تجھے میرؔ سمجھا ہے یاں کم کسو نے

تُخم = بیج	وگرنہ = ورنہ - نہیں تو
عَبث = بے فائدہ	سبز ہونا = سرسبز ہونا - ہری ہونا
صدا = آواز	بے خود = مست - آپے سے باہر
پرستش = پوجا - خدمت	جُدا = الگ
کاہش = گھٹاؤ - دُبلاپن	

۳۲۔ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی اِنتظار ہوتا

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح — کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

ہوئے ہم جو مر کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا — نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

یہ مسائلِ تصوّف! یہ ترا بیان غالبؔ — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

کوئی اُمید بر نہیں آتی — کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دِن مُعیّن ہے — نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

آگے آتی تھی حالِ دِل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہیں آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چُپ ہوں — ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی — کچھ ہماری خبر نہیں آتی

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی — موت آتی ہے پر نہیں آتی

کعبے کس مُنہ سے جاؤ گے غالبؔ — شرم تم کو مگر نہیں آتی

وصال = مُلاقات — غرق ہونا = ڈوبنا

ناصح = نصیحت کرنے والا — مسائل = مسئلے۔ سوال

چارہ ساز = کام بنانے والا — ولی = رشی۔ مُنی

غم گسار = ہم درد — بر آنا = پورا ہونا

۳۴۔ نواب مرزا خاں داغ

نہ جانا کہ دُنیا سے جاتا ہے کوئی بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے
سُنانے کے قابل جو تھی بات اُن کو وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے
کسی نے کچھ اُن کو اُبھارا تو ہوتا نہ آتے نہ آتے یہاں آتے آتے
نہیں کھیل اے داغ! یاروں سے کہہ دو کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے

ناروا کہیے ناسزا کہیے کہیے کہیے مجھے بُرا کہیے
آپ اب میرا مُنہ نہ کھلوائیں یہ نہ کہیے کہ مُدّعا کہیے
تجھ کو اچھّا کہا ہے کس کس نے کہنے والوں کو خیر کیا کہیے
میرے مطلب سے کیا غرض مطلب آپ اپنا تو مدّعا کہیے
آپ کا خیر خواہ میرے سوا ہے کوئی اور دوسرا کہیے

اُن سے ہوتا ہے سامنا جس دن دُور ہی سے سلام ہوتا ہے
داغ کا نام سن کے وہ بولے آدمی کا یہ نام ہوتا ہے

پیامی = پیام لے جانے والا۔ کسی کی بات پہنچانے والا
ناسزا = ناواجب۔ نامناسب۔ بے جا
درمیاں = بیچ میں
مُدّعا = مقصد۔ غرض۔ مطلب
ناروا = نامناسب۔ بے جا
خیر خواہ = بھلائی چاہنے والا

۳۴۔ سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی

چاہتا تھا بہت سی باتوں کو مگر افسوس اب وہ جی ہی نہیں
اِس مصیبت میں دِل سے کیا کہتا کوئی ایسی مثال تھی ہی نہیں
پوچھا، اکبرؔ ہے آدمی کیسا بولے ہنس کے وہ آدمی ہی نہیں

کیوں سِول سرجن کا آنا روکتا ہے ہم نشیں اس میں ہے اک بات آنر کی شفا ہو یا نہ ہو
مولوی صاحب نہ چھوڑیں گے، خُدا گو بخش دے گھیر ہی لیں گے پولیس والے سزا ہو یا نہ ہو
ممبری سے آپ پر تو وارنش ہو جائے گی قوم کی حالت میں کُچھ اِس سے جِلا ہو یا نہ ہو

نہ کُچھ انتظارِ گزٹ کیجیے جو افسر کہے بس وہ جھٹ کیجیے
کہاں کا حلال اور کیسا حرام جو صاحب کھِلائیں وہ چٹ کیجیے
سِکھاتے ہیں تقلیدِ انگلش جو آپ کہیں مفلسوں کو نہ پٹ کیجیے
بہت شوق انگریز بننے کا ہے تو چہرے پہ اپنے گلٹ کیجیے
اجل آئی اکبرؔ گیا وقتِ بحث اب اُف کیجیے اور نہ بٹ کیجیے

ہم نشیں = ساتھ بیٹھنے والا دوست
شفا = روشنی ۔ تندرستی ۔ بیماری سے اچھا ہونا
جلا = روشنی ۔ چمک
حلال = جائز
مُفلس = غریب
اجل = موت
حرام = ناجائز
تقلید = نقل ۔ پیروی

۳۵۔ شوکت علی خاں فانی بدایونی

تسکین عجیب چاہتا ہوں — دشمن کا نصیب چاہتا ہوں
تم، دِل میں بھی رہ کے دور سے ہو — کچھ اور قریب چاہتا ہوں
انجام بخیر ہو نظر کا — دیدارِ حبیب چاہتا ہوں
غم کو جو خوشی بنا کے چھوڑے — فانیؔ وہ نصیب چاہتا ہوں

دُنیا میری بلا جانے، مہنگی ہے یا سستی ہے — موت ملے تو مفت نہ لوں، ہستی کی کیا ہستی ہے
آبادی بھی دیکھی ہے، ویرانے بھی دیکھے ہیں — جو اُجڑے اور پھر نہ بسے دِل وہ نرالی بستی ہے
جان سی شے بِک جاتی ہے ایک نظر کے بدلے میں — آگے مرضی گاہک کی ان داموں تو سستی ہے
آنسو تھے سو خشک ہوئے، جی ہے کہ اُمڈا آتا ہے — دِل پہ گھٹا سی چھائی ہے کھلتی ہے نہ برستی ہے
دِل کا اُجڑنا سہل سہی، بسنا سہل نہیں ظالم — بستی بسنا کھیل نہیں، بستے بستے بستی ہے
فانیؔ جس میں آنسو کیا، دِل کے لہو کا کال نہ تھا — ہائے وہ آنکھ اب پانی کی دو بوندوں کو ترستی ہے

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا — زندگی کاہے کو ہے، خواب ہے دیوانے کا
ہر نفس عمرِ گزشتہ کی ہے میّت فانیؔ — زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

تسکین = ڈھارس۔ اطمینان — ہستی = زندگی۔ حقیقت — میّت = مُردہ۔ لاش
نصیب = قسمت — شے = چیز — گزشتہ = گزری ہوئی
دیدار چاہنا = صورت دیکھنے کی خواہش ہونا — لہو = خون — حبیب = دوست
بخیر انجام ہونا = اچھا نتیجہ ہونا — نفس = سانس

۳۶۔ علی سکندر جگرؔ مرادآبادی

کوئی یہ کہہ دے گلشن گلشن
لاکھ بلائیں ایک نشیمن

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

عمریں بیتیں، صدیاں گزریں
ہے وہی اب تک عقل کا بچپن

کام ادھورا اور آزادی
نام بڑے اور تھوڑے درشن

شمع ہے لیکن دھندلی دھندلی
سایہ ہے لیکن روشن روشن

نہ اب مسکرانے کو جی چاہتا ہے
نہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے

کوئی مصلحت روک دیتی ہے ورنہ
پلٹ دیں زمانے کو جی چاہتا ہے

تجھے بھول جانا تو ہے غیر ممکن
مگر بھول جانے کو جی چاہتا ہے

جگرؔ اب تو وہ بھی یہ کہتے ہیں مجھ سے
ترے ناز اٹھانے کو جی چاہتا ہے

ہائے وہ کیوں کر دل بہلائے
غم بھی جس کو راس نہ آئے

دل پہ کچھ ایسا وقت پڑا ہے
بھاگے، لیکن راہ نہ پائے

چھوٹی ہے ہر ایک مسرّت
روح اگر تسکین نہ پائے

روح = آتما

گلشن = باغ

مسرّت = خوشی

نشیمن = گھر۔ رہنے کی جگہ

مصلحت ۔ نیک صلاح

راہ = راستہ

نیک تجویز۔ نیک مشورہ

۳۷۔ رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری

غم سے چھوٹ کر یہ غم ہے مجھ کو کیوں غم سے نجات ہو گئی ہے

مدّت سے خبر ملی نہ دل کی شاید کوئی بات ہو گئی ہے

اِس دور میں زندگی بشر کی بیمار کی رات ہو گئی ہے

جیتی ہوئی بازیٔ محبت کھیلا ہوں تو مات ہو گئی ہے

کبھی خوش کر گئی مجھ کو تری یاد کبھی آنکھوں میں آنسو آ گیا ہے

شکایت تیری دِل سے کرتے کرتے اچانک پیار تجھ پر آ گیا ہے

محبت میں فِراقؔ اِتنا نہ غم کر زمانے میں یہی ہوتا رہا ہے

راز کو راز ہی رکھا ہوتا کیا کہنا گر ایسا ہوتا

کٹتے کٹتے کٹتیں راتیں ہوتے ہوتے سویرا ہوتا

ہم جو تجھے کچھ بھول بھی جاتے دردِ محبت دونا ہوتا

کچھ تو محبت کر کے دکھاتی کچھ تو زمانہ بدلا ہوتا

ہم بھی فراقؔ انسان تھے آخر ترکِ محبت سے کیا ہوتا

نجات = چھٹکارا　　راز = بھید

دور = زمانہ　　ترک کرنا = چھوڑ دینا

بشر = انسان

इमला का तरीक़ा

उर्दू श्रुत लेखन में दो बातें हमारे सामने आती हैं।

१. किसी शब्द के लिखने में कौन सा अक्षर आधा और कौन सा पूरा लिखें।

२. कौन से अक्षर मिला मिला कर लिखें और कौन से अलग अलग।

इसके लिखने का एक फ़ारमूला बनाया गया है। वह यह कि अक्षरों के दो ख़ानदान बना दिये गये हैं। एक को बड़ा ख़ानदान कह लीजिय दूसरे को छोटा। बड़े ख़ानदान की दो आदतें याद रखिये। जो दो आदतें इस ख़ानदान की हैं उनका उलट छोटे ख़ानदान की दो आदतें समझिये।

बड़े ख़ानदान की दो आदतें यह हैं:

१. शब्दो में यह पूरे-पूरे लिखे जाते हैं क्योंकि इनके दो रूप नहीं हैं।

२. दूसरी आदत यह है कि यह दायें ओर दूसरों से मिलते हैं और बायें ओर नहीं मिलते हैं। जैसे:

گردن برتن ادرک

छोटे ख़ानदान की दो आदतें इनके उलट हैं:

१. शब्द के लिखने में इनके आधे रूप (सिरे) लिखे जाते हैं।

२. दूसरी आदत यह है कि यह मिला मिला कर लिखे जाते हैं लेकिन अन्त में आये तो पूरे ही लिखे जाते हैं। जैसे:

بٹن چمن گنپت

इमला का ख़ानदान

खानदान नं० १ (पूरे लिखे जाने वाले अक्षर)

ا

ر ڑ ز ژ

د ڈ ذ

و

खानदान नं० २ (आधे रूप में लिखे जाने वाले अक्षर)

इत्यादि بھ پھ

अब रह गए ھ ہ इत्यादि अर्थात दो आँखों वाले अक्षर। इमला लिखने में इनका सिद्धान्त वही है जो इन के मूल अक्षरों का है। जैसे :

بھگت پڑھ ادھر سپھل

लेकिन ط — ظ पूरे लिखे जाते हैं और इन के दोनों ओर अक्षर मिलते हैं। जैसे :

مُطمئن مظلوم

خط کتابت اُردو کورس

۱. جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی کے جشنِ زریں (سنہ ۱۹۷۰ء) کے موقع پر اس کورس کے انتظام کی ابتدا کی گئی ہے
۲. اِس کورس کا مقصد مختلف زبانوں کے ذریعے خط کتابت کے سہارے اُردو کی ابتدائی تعلیم دینا ہے
۳. توقع کی جاتی ہے کہ سیکھنے والا عام فہم اُردو بول سکتا ہو اور سمجھ سکتا ہو۔
۴. سیکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایک زبان پڑھ سکتا ہو۔
۵. فی الحال ہندی اور کے ذریعے تعلیم دینے کا اِنتظام کیا گیا ہے۔
۶. اس کے نصاب کے مطابق کتابیں تیار کی گئی ہیں، شرکت کے قواعد یہ ہیں:

قواعدِ شرکت

۱. جو لوگ ہمارے دفتر سے خط کتابت کے ذریعے ربط قائم رکھ کر تعلیم پانا چاہیں وہ ہمارے باقاعدہ رُکن (طالب علم) کہلائیں گے۔
۲. ایسے اراکین کو داخلہ فارم بھرنے کے بعد اس نصاب (کورس) کی کتابیں ایک ایک کر کے مُفت دی جائیں گی۔ اس تعلیم کی فیس بھی نہیں ہے لیکن پورے کورس کی ڈاک اور کتابیں بھیجنے کا خرچ دو روپے ہے جو پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کے ذریعے آنا چاہیے۔
۳. خط لکھتے وقت داخلہ نمبر کا حوالہ دیا کیجیے
۴. جو لوگ ہمارے دفتر سے ربط قائم کیے بغیر ہماری کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیں تو وہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے مقررہ قیمت پر یہ کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔
۵. نصاب تعلیم اور داخلہ فارم حاصل کرنے کا پتہ یہ ہے:

ناظمِ خط کتابت اُردو کورس
جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

1/50

خط کتابت اُردو کورس کی

دوسری کتاب

(معیار ۲ تا ۶ جماعت)

مجلسِ ادارت

پروفیسر محمد مجیب	عبد اللہ ولی بخش قادری
محمد ذاکر	عبد الغفار مدہولی